تعقل : كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ

اس طرح ہم دلائل کو کھول کر بیان کرتے ہیں عقل رکھنے والوں کے لئے۔(۱۳)

تیقن : قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ

ہم نے یقین رکھنے والوں کے لئے اپنے دلائل بیان کئے ہیں۔(۱۴)

قرآن تعقل کو سعادت و نجات کا ذریعہ قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے۔

وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ

وہ کہیں گے :اگر ہم ٹھیک سن لیتے اور عقل سے کام لیتے تو ہم اہل جنہم میں سے نہ ہوتے۔(۱۵)

اس کے علاوہ قرآن مجید میں متعدد آیات درج ذیل عنوان سے دعوت فکر دیتی ہیں۔

عقل۔افلا یعقلون۔کیا وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔

انْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ لِقومٍ یَتفكّرُوْنَ لَعَلَّهُمْ یَتفكّرُوْن

اولوالالباب : صاحبان عقل

انما یتذکر اولوالالباب' صرف صاحبان عقل ہی یاد کریں گے۔

اولی النھی : صاحبان عقل

انّ فِی ذٰلِكَ لَاٰیَاتٌ لِأُولِی النّھی اس میں صاحبان عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔

رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا :

فکرة ساعة خیر من عبادة سنة

تھوڑی دیر کے لئے فکر و غور کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(۱۶)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا :

لاعبادة کالتفکر فی صنعة الله عزو جل

اللہ کی مخلوقات میں غور و فکر کرنے سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہے۔(۱۷)

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا :

ان الله تبارك و تعالی خص عباده بأیتین من کتابه 'ان لایقولواحتی یعلموا' ولایردوامالم یعلموا' قال الله عزوجل [الم یؤخزعلیهم میثاق الکتاب ان لا یقولواعلی الله

الاالحق] وقال تعالی: بل کذبوابمالم یحیطوبعلمه ولمایأ تهم تاویله

خداوند عالم نے اپنے بندوں کے ساتھ دو آیتیں مخصوص فرمائی ہیں۔ علم سے پہلے کسی بات کو رد نہ کریں۔ ارشاد الٰہی ہے: کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ پر حق کے علاوہ کوئی اور بات نہ کریں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: یہ لوگ اس چیز کو جھٹلانے لگے۔ ان کے احاطہ علم میں نہیں ہے' اور نہ ہی ان کو اس کی تاویل کا علم دیا گیا ہے۔ (۱۸)

قرآن کا طرزِ استدلال

قرآن کا موقف یہ ہے کہ ہر نظریہ کے لئے دلیل' ہر فکر پر ایک برھان' اور ہر عقیدے پر ایک ہی ثبوت فراہم ہونا چاہیے' چنانچہ قرآن غیر اسلامی عقائد و نظریات رکھنے والوں سے انہی چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

ان سے کہہ دیجئے: مجھے بتاؤ کہ اللہ کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے ہو کیا تم نے ان کو دیکھا ہے کہ انہوں نے زمین میں کچھ پیدا کیا ہو یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی کوئی شرکت ہو اگر تم سچ کہتے ہو تو اس سے پہلے کوئی آسمانی کتاب یا گذشتہ لوگوں کے علم کے آثار میں سے کچھ ہو تو میرے سامنے پیش کرو۔ (۱۹)

قُلْ هل عند کم من علم فتخرجوہ لناان تتبعون الاالظن وان انتم الاتخرصون

(اے رسولؐ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے پاس اس سلسلے میں کوئی علم ہے تو اسے ہمارے سامنے پیش کرو۔ تم تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہو اور بے جا انداز قائم کرتے ہو۔ (۲۰)

قرآن اندھی تقلید کی مذمت کرتا ہے' اور کسی مطلب کو قبول یا رد کرنے کے لئے علم کو معیار قرار دیتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَالَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

اور اس چیز کے پیچھے نہ ہو لیا کر جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ (۲۱)

قرآن توحید کا یہ خاصہ بیان کرتا ہے کہ یہ نظریہ دلیل و برھان پر قائم ہے اور دوسرے نظریات رکھنے والوں کو چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمہارا ادعویٰ سچ ہے تو اس پر دلیل و برھان قائم کرو۔

وَ مَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ

جو اللہ کے علاوہ کسی اور خدا کو پکارتے ہیں اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ (۲۲)

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے ؟ کہہ دیجئے (اے رسولؐ) اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ (۲۳)

جہاں علم و یقین کو قرآن دلیل کا اساس قرار دیتا ہے۔ وہاں غیر علمی اور غیر یقینی چیزوں کو دلیل سمجھنے کو جاھلیت کا شعار قرار دیتا ہے۔

یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاھِلِیَّۃِ

وہ لوگ خدا کے بارے میں زمانہ جاہلیت کی طرح سے برے گمان کرتے ہیں۔ (۲۴)

وَ مَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُھُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا

ان میں سے اکثر تو گمان کی پیروی کرتے ہیں اور گمان حق سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ (۲۵)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

ایمان والو، بہت سے گمانوں سے بچے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اسی قرآنی موقف کی بنیاد پر قرآن، سطحی فکر کی مذمت کرتا ہے۔ (۲۶)

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَھُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلاً

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں یہ لوگ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ زیادہ گمراہ ہیں۔ (۲۷)

حواشی و حوالہ جات

۱) العنکبوت، ۲۰ — ۲) الحج، ۴۶ — ۳) عبس ۲۴۔۳۲

۴) الانعام، ۹۹ — ۵) الانعام، ۹۹ — ۶) یونس، ۱۰۱

۷) آل عمران، ۱۹۱ — ۸) الملک، ۳ — ۹) محمد، ۲۴

۱۰) الانعام ۹۷ — ۱۱) البقرہ، ۲۱۹ — ۱۲) الانعام، ۹۸

۱۳) الروم، ۲۸ — ۱۴) البقرہ ۱۱۸ — ۱۵) الملک

۱۶) بحار الانوار ۱/۷ ۳۲۶ — ۱۷) امالی الطوسی ۱/ ۱۴۵

۱۸) اصول کافی، ج۔۱، ص۔ ۳۴ — ۱۹) الاحقاف ۴ — ۲۰) الانعام ۱۴۸

۲۱) بنی اسرائیل، ۳۶ — ۲۲) المومنون، ۱۱۷ — ۲۳) النمل، ۶۴

۲۴) آل عمران، ۱۵۴ — ۲۵) یونس، ۳۶ — ۲۶) الحجرات، ۱۲

۲۷) فرقان، ۴۴

مسلم امت کا قرآنی تصور

ڈاکٹر محمد نذیر کاکاخیل

"امۃ" کی اصطلاح عربی زبان کے ایک لفظ "ام" سے مشتق ہے جس کے لفظی معنی نشانہ باندھنے یا ارادہ کرنے کے ہیں۔ عمومی اصطلاح کے طور پر اس کا مطلب افراد کا ایک گروہ لیا جاتا ہے جو ایک مذہب یا کسی لیڈر کی پیروی کرتا ہو۔(۱) ایک علاقے یا نسل سے تعلق رکھنے والے لوگوں اور پرندوں کے انواع و اقسام کے لئے بھی امت کی اصطلاح مستعمل ہے۔(۲) امۃ کی اصطلاح قرآن کریم میں مختلف مفہوموں میں استعمال ہوتی نظر آتی ہے۔ کئی ایک مقامات پر قرآن پاک امۃ کی اصلاح کو قوم (Nation) کے معنوں میں استعمال کرتا ہے۔ مثلاً

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ — وہ ایک امت تھے جو چلے گئے(۳)

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ — ہر قوم و ملت کیلئے ایک معین وقت ہے(۴)

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ

اور جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے اور حق کے مطابق حکم کرتا ہے۔(۵)

كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَٰكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ

جیسا کہ (ہم نے گذشتہ انبیاء کو بھیجا) تجھے بھی ایک امت کے درمیان بھیجا کہ جس سے پہلے دوسری امتیں آئیں اور چلی گئیں تاکہ ہم نے جو کچھ تجھ پر وحی کی ہے ان کے سامنے پڑھو حالانکہ وہ رحمن سے کفر کرتے ہیں۔(۶)

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۔ اور ہر امت کی ہدایت کیلئے رسول ہے۔(۷)

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلاً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا۔(۸)

علاوہ ازیں قرآن کریم لوگوں کی ایک جماعت یا گروہ کے لئے بھی امۃ کی اصطلاح کئی ایک جگہوں پر استعمال کرتا ہے مثلاً

وَلْتَکُنْ مِنْکُمْ اُمَّةٌ یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی باتوں کی طرف دعوت دینے والی ہو۔(۹)

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ کچھ لوگ میانہ رو ہیں۔(۱۰)

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ

اور قوم موسیٰ میں سے ایک گروہ حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔(۱۱)

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا۔(۱۲)

قرآن پاک مذہب کے معنوں میں بھی امۃ کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ مثلاً کلام اللہ کا یہ جملہ

بَلْ قَالُوْآ اِنَّا وَ جَدْنَآ اٰبَآءَ نَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ

بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔(۱۳)

مخصوص عرصہ یا وقت کے لئے بھی قرآن کریم میں کئی جگہوں پر امۃ کا لفظ استعمال ہوا۔ مثلاً مندرجہ ذیل آیتوں میں :

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓی اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ

اگر ہم عذاب کو ایک محدود مدت کے لئے ٹال دیں۔(۱۴)

وَ قَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُکُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ

ان دو افراد میں سے جسے نجات مل گئی تھی اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا کہنے لگا میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا مجھے (اس قیدی کے پاس) بھیج دو۔(۱۵)

مخصوص مذہبی جمعیت کے معنوں میں بھی امۃ کی اصطلاح کو قرآن کریم نے استعمال کیا ہے جسے انگریزی میں (Religious Community) کہتے ہیں۔ اس مفہوم میں امۃ کی اصطلاح خصوصی طور پر مسلمانوں کے لئے استعمال کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

اسی طرح تم کو درمیانی امت بنایا ہے۔(۱۶)

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ تم بہترین امت ہو۔(۱۷)

عام انسانی جمعیت کے معنوں میں قرآن پاک لمۃ کی اصطلاح اس طرح استعمال کرتا ہے :

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً انسان امت واحدہ تھے۔(۱۸)

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً

اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے۔(۱۹)

مندرجہ بالا جائزے سے یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ قرآن پاک امۃ کی اصطلاح مختلف معنوں کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی مذہبی جمعیت کے لئے استعمال کرتا ہے جہاں جہاں لفظ امۃ مسلمانوں کی جمعیت کے لئے استعمال ہوا ہے وہاں وہاں وہ مندرجہ بالا مفہوموں میں سے نمبر ایک اور تین کو ملا کر معنی دیتا ہے۔ قرآن پاک کے بعد تاریخ اسلام میں امت کی اصطلاح پہلی مرتبہ رسول کریم نے "میثاق مدینہ" (۲۰) کی دو شقوں یعنی دفعہ نمبر ۱ اور دفعہ نمبر ۲۵ میں استعمال کی ہے۔(۲۱) اگرچہ یہ اصطلاح انہی معنوں میں استعمال ہوئی ہے جو قرآن پاک نے کئے ہیں لیکن عصر حاضر کے کچھ مفکرین اور ان کے تابعین نے اس کی مختلف تاویلات کر کے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی سعی کی ہے۔ اسی موضوع پر تفصیلی بحث آئندہ صفحات میں کی جائے گی۔

مسلمان علماء اور فقہاء نے بھی اسلام میں امت کے تصور سے بحث کی ہے۔ انہوں نے مسلمان قوم کے لئے امۃ کی اصطلاح مخصوص کی ہے۔ ان کے مطابق لمۃ اس مذہبی جمعیت کا نام ہے جس کے اراکین رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیروکار ہوں یعنی وہ اللہ کی وحدانیت اور آپؐ کی نبوت پر ایمان رکھتے ہوں اور جملہ شرعی احکام کی بے چون و چرا تعمیل کرتے ہوں۔(۲۲)

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ لمۃ کی قرآنی اصطلاح کافروں کی جمعیت کے لئے بھی استعمال ہوئی ہے اور مسلمان قوم کے لئے بھی۔ چونکہ مکہ ہی میں آنحضرتؐ کے پیروکاروں کی کافی تعداد تھی جو اسلام کی عظمت اور سر بلندی کے لئے خندہ پیشانی سے ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے اور قرآن پاک نے مکہ ہی میں ان کے لئے قوم کے معنوں میں امۃ کی اصطلاح استعمال کی لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ مسلم لمۃ کا تصور ہجرت کے بعد آیا یا یہ کہ ہجرت کے بعد آغاز میں امۃ کا تصور علاقہ واریت پر مبنی تھا جو بعد میں ہمہ گیریت اختیار کر گیا(۲۳) مکہ ہی میں رسول اکرمؐ اپنی امۃ کی وسعت اتحاد و یگانگت اور سیاسی برتری کے لئے کوشاں تھے۔ چنانچہ قرآنی احکامات و ہدایات کی روشنی میں آپؐ نے امۃ مسلمہ کے اتحاد کے لئے چار سطحوں پر کام کرنا شروع کیا تھا۔ ذیل میں ہم مختصراً ان کا حوالہ ضروری سمجھتے ہیں :

ا۔ روحانی وحدت و یگانگت

انسانی تعلقات کی بہتری، خدا کی وحدانیت پر یقین کی وجہ سے آپس میں متحد ہونے، دلوں کو کدورت سے پاک کرنے (۲۴) اور باہمی محبت اور میل ملاپ بڑھانے اور دلوں میں خوف خدا پیدا کرنے کی غرض سے اور خدا اور بندے